حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور طہارت ونظافت

سید جلال الدین عمری

یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکی صفائی اور نظافت و نفاست میں ایک طرح کی کشش پائی جاتی ہے، جن افراد میں یہ خوبی ہوتی ہے لوگ ان سے محبت کرتے ہیں اور ان سے قریب ہونا چاہتے ہیں۔ اس کشش اور جاذبیت سے وہ لوگ محروم ہوتے ہیں جو صفائی ستھرائی کا اہتمام نہیں کرتے اور گندگی میں پڑے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ پاک صاف رہنے والوں سے اللہ تعالیٰ بھی محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ	بے شک اللہ محبت کرتا ہے توبہ کرنے
وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ	والوں سے اور محبت کرتا ہے پاک صاف
(البقرہ: ۲۲۲)	رہنے والوں سے۔

اس آیت میں توبہ اور طہارت کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے، حدیث میں حکم ہے کہ اس کے حصول کی دعا کی جاتی رہے۔ چنانچہ وضو کے بعد کی دعا اور اس کا ثواب ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

مامنکم من احد یتوضأ	تم میں سے جو کوئی بھی وضو کرتا ہے
فیبلغ او فیسبغ الوضوء ثم	اور پوری طرح کرتا ہے پھر اس کے بعد
یقول اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ	یہ کلمات کہتا ہے۔ اشہد ان لا الٰہ الخ میں گواہی
وان محمدا عبدہ ورسولہ	دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
(اللھم اجعلنی من التوابین	اور بے شک محمدؐ اس کے بندے اور اس
واجعلنی من المتطھرین)	کے رسول ہیں۔ اے اللہ مجھے ان لوگوں میں

الا فتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایہا یشاء [1]	شامل فرمادے جو توبہ کرتے ہیں اور ان لوگوں میں کردے جو پاک رہتے ہیں، تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جائیں گے۔ وہ ان میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوگا۔

اِس دعا سے طہارت کی طلب پیدا ہوتی ہے اور اس کی اہمیت وعظمت کا نقش ذہن پر بیٹھ جاتا ہے۔ پاکی کی اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہوگی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الطہور شطر الایمان [2]	طہارت نصف ایمان ہے۔

ایمان سے ظاہر و باطن دونوں کو پاکی نصیب ہوتی ہے طہارت ظاہری پاکیزگی کا عنوان ہے۔ اِس لحاظ سے وہ یقیناً نصف ایمان ہے۔ اِس کی ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ ایمان دراصل قلب کی تصدیق اور عملاً انقیاد وا طاعت کا نام ہے۔ اس انقیاد کا سب سے بڑا مظہر طہارت اور نماز ہے۔ اِس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان ہوا ہے اور اسے امام نووی نے ترجیح دی ہے کہ یہاں ایمان کے لفظ سے نماز اور طہارت سے وضو مراد ہے مطلب یہ ہے کہ وضو اِس پہلو سے آدھی نماز ہے کہ اس کے بغیر وہ ادا نہیں ہوتی [3] اس مفہوم سے بھی طہارت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ نماز روح کا تزکیہ کرتی ہے اِس کے لیے طہارت یا بدن کی پاکی صفائی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے پاک جسم ہی پاک روح کا مسکن بنتا ہے۔ جسم کی پاکی کے بغیر روح کا تزکیہ نہیں ہوتا۔

صفائی ستھرائی راہبانہ ذہن سے میل نہیں کھاتی۔ وہ اُسے نیکی اور روحانیت کے منافی اور مادہ پرستی تصور کرتا ہے۔ حالانکہ پاکی صفائی سے مادی راحت ہی نہیں روحانی سرور بھی حاصل ہوتا ہے۔ گندگی میں پڑے رہنے سے روح پر بھی کثافت طاری ہوجاتی ہے۔

---

[1] مسلم کتاب الطہارۃ باب الذکر المستحب عقب الوضوء۔ قوسین کا اضافہ ترمذی سے ہے ابواب الطہارۃ، باب مایقال بعد الوضوء [2] مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء

[3] شرح مسلم: ۱/۱۱۸ مطبوعہ دہلی۔

اسلام نے جسم، لباس، غذا، مکان، محلہ اور مسجد سب کو پاک صاف رکھنے کی تاکید کی ہے اور گندگی سے منع کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بہت واضح ہدایات دی ہیں۔

اسلام نے نماز کے لیے جسم، لباس اور مکان کی پاکی کو شرط قرار دیا ہے۔ اس سے طہارت بھی عبادت کا جزء بن گئی ہے اور اس میں تقدس کا عنصر شامل ہوگیا ہے۔ دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں جو متعین اوقات میں پڑھی جاتی ہیں۔ نوافل دوسرے اوقات میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ ان کے لیے وضو کی شرط بہت اہم ہے۔ بعض اوقات غسل ضروری ہوجاتا ہے۔ وضو میں وہ اعضا دھوئے جاتے ہیں جو کام کاج کی وجہ سے بالعموم میلے ہوتے ہیں اور غسل سے پورا بدن پاک ہوتا ہے۔ نماز کے لیے وضو کب ضروری ہے اور غسل کب واجب ہوتا ہے اس سے بحث کا یہ موقع نہیں ہے، البتہ اس حقیقت کا اظہار نامناسب نہ ہوگا کہ اسلام کے نزدیک پاکی کا تصور اتنا بلند اور اتنا وسیع ہے کہ اس میں نجاست حقیقی اور نجاست حکمی دونوں سے پاکی آجاتی ہے۔ اس سے انسان ظاہری گندگی ہی سے پاک نہیں ہوتا بلکہ اس کے اندر پاکی کا احساس ابھرتا اور پرورش پاتا رہتا ہے۔ قرآن مجید نے وضو اور غسل کے احکام کے ذیل میں فرمایا کہ پانی فراہم نہ ہو تو تیمم کرلیا جائے اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ طہارت کا تصور زندہ رہے اور آدمی پانی کی قلت یا فقدان کی وجہ سے اسے فراموش نہ کر بیٹھے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا۔

مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ	اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم کو تنگی میں
مِّنْ حَرَجٍ وَّلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ	ڈالے بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ تم کو پاک
وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ	صاف رکھے اور اپنا احسان تم پر مکمل کردے
تَشْكُرُونَ ۝ (مائدہ: ۶)	تاکہ تم شکر ادا کرو۔

طہارت اور وضو کی فضیلت اور اہمیت میں بہت سی احادیث آتی ہیں۔ یہاں صرف دو تین حدیثیں پیش کی جارہی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور[1]	نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی

---

[1] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء۔ ترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور رواہ ابوداؤد عن ابی الملیح عن ابیہ۔ کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ امتی یدعون یوم القیامۃ غُرًّا مُحَجَّلین من آثار الوضوء، فمن استطاع منکم ان یطیل غرّتہ فلیفعل[1]	میری امت کو قیامت کے روز وضو کے نشانات کے روشن اور منور ہونے کی وجہ سے "غُرّ مُحَجَّل" کہا جائے گا اب تم میں سے جو بھی اپنے اس نور کو بڑھا سکے بڑھائے۔

"مُحَجَّل" اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کے چاروں پیر سفید براق ہوں۔ گھوڑے کی پیشانی پر جو سفیدی ہوتی ہے اسے "غُرّہ" کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وضو کی وجہ سے آپ کی امت کے افراد کے اعضاء وضو۔ ہاتھ پیر اور چہرہ۔ اس قدر تابناک اور روشن ہوں گے کہ دوسری امتوں سے وہ بالکل ممتاز اور نمایاں ہوں گے۔ ان کے اسی نمایاں وصف سے وہ یاد کیے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا توضا العبد المسلم او المومن فغسل وجہہ خرج من وجہہ کل خطیئۃ نظر الیہا بعینیہ مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ بطشتھا یداہ مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرجت کل خطیئۃ	جب بندہ مسلم یا مومن وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کی آنکھوں نے جن غلط چیزوں کو دیکھا تھا ان کا گناہ پانی کے ساتھ۔ یا یہ فرمایا کہ پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ بہہ جاتا ہے۔ جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ان سے جو غلط چیزیں پکڑی تھیں ان کا گناہ پانی کے ساتھ۔ یا یہ فرمایا کہ پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ۔ بہہ جاتا ہے جب اپنے پیر دھوتا ہے تو جن غلط کاموں کے لیے

---

[1] بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء الخ ۔مسلم کتاب الطہارہ، باب استحباب اطالۃ الغرہ الخ

مشتها رجلاه مع الماء	انھوں نے حرکت کی تھی ان کا گناہ پانی
او مع آخر قطر الماء حتیٰ	کے ساتھ۔ یا یہ فرمایا کہ پانی کے آخری قطرہ
یخرج نقیا من الذنوب[1]	کے ساتھ بہہ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ
	گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔

یہاں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔ کبیرہ گناہوں کے معاف ہونے کی دوسری شرائط ہیں۔ لیکن وضو کی یہ فضیلت کیا کم ہے کہ اس سے صغائر خود بخود معاف ہوتے رہتے ہیں۔

بعض حالات میں غسل واجب ہوجاتا ہے۔ جب تک آدمی غسل نہ کرلے پاک نہیں ہوتا اور اس قابل نہیں رہتا کہ نماز پڑھے، قرآن مجید کو ہاتھ لگائے، اس کی تلاوت کرے اور بعض دوسری عبادتیں کرے۔ ناپاکی کی حالت میں اس طرح پڑے رہنا کہ نمازوں کا وقت تک نکل جائے سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس کے ساتھ اسلام نے ترغیب دی ہے کہ جمعہ اور عیدین کو جو مسلمانوں کی خوشی کے مواقع ہیں اور جن میں عبادت کے لیے زیادہ بڑا مجمع ہوتا ہے غسل اور پاکی صفائی کا اہتمام کیا جائے۔ اس سلسلہ کی دو ایک حدیثیں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔

الغسل یوم الجمعۃ واجب	جمعہ کے روز ہر بالغ پر غسل واجب
علی کل محتلم وان یستنّ وان	ہے اور یہ کہ وہ مسواک کرے اور خوشبو
یمسّ طیبًا ان وجد[2]	میسر ہو تو اسے استعمال کرے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یغتسل رجل یوم	جو شخص بھی جمعہ کے روز (نماز جمعہ کے
الجمعۃ ویتطھر ما استطاع	لیے) غسل کرتا ہے اور اپنی حد تک خوب
من طھر ویدھن من	پاک صاف ہوتا ہے اور اس کے پاس

---

[1] مسلم، کتاب الطہارہ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء

[2] بخاری، کتاب الجمعہ، باب الطیب للجمعۃ۔ مسلم، کتاب الجمعۃ

دھنه او یمس من طیب بیته ثم یخرج فلا یفرق بین اثنین ثم یصلی ما کتب له ثم ینصت اذا تکلم الامام الا غفر له ما بینه وما بین الجمعة الاخری [1]

جو تیل ہے اسے استعمال کرتا ہے یا اپنے گھر میں جو خوشبو موجود ہے اسے لگاتا ہے پھر گھر سے نکل کر مسجد پہونچتا ہے اور وہاں ایک ساتھ بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کو الگ نہیں کرتا (بلکہ جو جگہ ملتی ہے وہاں بیٹھ جاتا ہے) پھر اللہ نے اس کے حصہ میں جو (نفل) نماز رکھی ہے وہ پڑھتا ہے اور جب امام خطبہ دیتا ہے تو خاموشی کے ساتھ سنتا ہے تو اس جمعہ اور آنے والے جمعہ کے درمیان اس کے جو (صغیرہ) گناہ ہوں گے وہ معاف کر دیے جائیں گے۔

عیدین میں بھی غسل کرنا اور صاف ستھرے اور اچھے کپڑے پہننا سنت ہے[2]۔

جمعہ اور عیدین میں غسل، شستہ لباس اور خوشبو کے استعمال کی جو ترغیب اور تاکید کی گئی ہے اس کا مقصد بہت واضح ہے، احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے، کہ ان مواقع پر لوگ بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ گندگی سے انھیں تکلیف اور پاکی صفائی سے انھیں راحت پہونچتی ہے۔ پہلی چیز مذموم اور دوسری چیز مطلوب ہے۔ جمعہ اور عیدین کے اجتماعات عبادت کے لیے ہوتے ہیں۔ ان میں جو تقدس ہوتا ہے وہ ان

---

[1] بخاری، کتاب الجمعہ، باب الدہن للجمعۃ [2] ابن ماجہ، ابواب ما جاء فی الصلوٰۃ العیدین، باب ماجاء فی الاغتسال فی العیدین۔ عیدین کے غسل سے متعلق جو روایات آتی ہیں ان کی سندوں پر تنقید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ کسی صحیح روایت سے عید کے لیے غسل ثابت نہیں ہے۔ البتہ صحابہ کرام کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ عید کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے غسل فرماتے تھے (موطا امام مالک، کتاب العیدین، باب العمل فی غسل العیدین) قاضی شوکانی نے 'البدر المنیر' کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ 'احادیث غسل العیدین ضعیفة وفیه آثار عن الصحابة جیدة' (عیدین کے غسل کے بارے میں جو احادیث آتی ہیں وہ کم زور ہیں البتہ اس سے متعلق آثار صحابہ عمدہ سندوں سے مروی ہیں) اس موضوع سے متعلق تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۹۷۔ امام بخاری نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عیدین کے لیے لباس کا اہتمام ہوتا تھا۔ (بخاری، کتاب العیدین، باب فی العیدین والتجمل فیہ)

اجتماعات میں نہیں ہوتا جو اس مقصد کے لیے نہیں ہوتے لیکن اس سے شریعت کا مزاج بہر حال سمجھا جا سکتا ہے۔ اس مزاج کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی کسی مجلس یا مجمع میں شریک ہو تو صاف ستھرا ہو کر شریک ہو۔ گندی اور بدبودار کیفیت کے ساتھ نہ پہونچ جائے کہ دوسروں کو اذیت پہونچے اور وہ کراہت محسوس کریں۔

نماز کے لیے جسم اور لباس کی پاکی کے ساتھ جگہ کی پاکی کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ احادیث میں صراحت ہے کہ اللہ کی ساری زمین پاک ہے۔ ایک مسلمان جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس عمومی حکم سے چند مقامات مستثنیٰ ہیں۔ یہ مقامات یا تو وہ ہیں جہاں گندگی ہوتی ہے یا جہاں نماز پڑھنا اسلامی عقیدہ کے منافی ہے یا جہاں نماز پڑھنے سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمبی حدیث روایت کی ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا:

جعلت لی الارض مسجدا وّ	میرے لیے پوری زمین مسجد اور پاک
طھورا وایّما رجل من امتی	قرار دی گئی ہے لہٰذا میری امت کے کسی بھی
ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل لہ	شخص کے لیے جہاں نماز کا وقت آجائے
	وہ نماز پڑھ لے۔

دنیا کے دوسرے مذاہب میں عبادت کے مقامات متعین ہیں وہیں عبادت ہو سکتی ہے لیکن اس امت کو ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ اس کے لیے خدا کی یہ پوری زمین پاک ہے۔ اس کا ہر خطہ اور ہر مقام سجدہ گاہ بن سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ کسی جگہ کا ناپاک ہونا ثابت ہو جائے۔ احادیث میں ان مقامات کی تفصیل ہے جہاں نماز پڑھی نہیں جا سکتی۔ اس سلسلہ کی ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات
نھی ان یصلی فی سبعۃ مواطن	مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ
فی المزبلۃ والمجزرۃ والمقبرۃ	یہ ہیں۔ گھورا، مذبح، مقبرہ (قبرستان)،
وقارعۃ الطریق وفی	درمیانِ راہ (جہاں آمد و رفت ہو) حمام

لہ بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب قول النبیؐ جعلت لی الارض الخ۔ مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔

الحمام ومعاطن الابل وفوق	اونٹوں کے بیٹھنے کے مقامات اور بیت اللہ
ظہر بیت اللہ [۱]	کی چھت پر۔

نماز کے ساتھ مساجد کا گہرا تعلق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ان کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ ان کے دینی مراکز ہیں، جہاں وہ دن میں پانچ مرتبہ نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ ان کی بہت سی دینی اور تعلیمی ضروریات بھی یہاں سے پوری ہوتی ہیں۔ ان کی عظمت اور احترام کا ایک تقاضا یہ ہے کہ ان میں حاضری کے وقت عریانی اور بے حیائی کا مظاہرہ نہ ہو، ساتر لباس پہنا جائے اور زیب و زینت کا اہتمام کیا جائے۔ دورِ جاہلیت میں کعبۃ اللہ کے زائرین کو طواف کے لیے قریش لباس فراہم کرتے تھے۔ اگر وہ اس کا انتظام نہ کر پاتے تو لوگ برہنہ تن طواف کرتے تھے۔ قرآن مجید نے اس خلافِ تہذیب عمل پر سخت تنقید کی اور لباس کے استعمال کا حکم دیا۔ فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ	اے بنی آدم! اپنی زینت (لباس)
عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَ	سے آراستہ رہو ہر مسجد کی حاضری کے وقت۔
اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا	اور کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو۔ بے شک
يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (اعراف: ۳۱)	اللہ مسرفین کو پسند نہیں کرتا۔

ان آیات میں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔ ایک یہ کہ ان میں لباس کو زینت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ گندہ اور میلا کچیلا لباس یا غیر مہذب اور غیر ساتر لباس 'زینت' نہیں کہا جائے گا۔ نظافت اور نفاست اور اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ اس کے لیے ضروری ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان آیات میں جو حکم دیا گیا ہے وہ اس سیاق میں ہے کہ اہل عرب کعبۃ اللہ کا عریاں طواف کرتے تھے لیکن الفاظ عام ہیں اور یہ حکم 'ہر مسجد' کے لیے ہے۔ اس کی تفصیلات ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ملتی ہیں۔ آپ نے نماز کے لیے لباس کی شرط رکھی اور اس کے

---

[۱] اس حدیث کی روایت امام ترمذی نے دو سندوں سے کی ہے۔ فرماتے ہیں دونوں میں ضعف ہے۔ ترمذی ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ مایصلی الیہ وفیہ۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ابن ماجہ، ابواب المساجد، باب المواضع التی تکرہ فیہا الصلوٰۃ۔ جن مقامات پر نماز پڑھنا ممنوع ہے احادیث کی روشنی میں ان کی تعداد چھبیس ۲۶ تک بتائی گئی ہے۔ علماء کے درمیان ان میں سے بعض کے بارے میں اختلاف بھی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نیل الاوطار: ۲/۱۳۲-۱۴۲

حدود مقرر فرمائے اور اسلام کو جب غلبہ حاصل ہوا تو از روئے قانون عریاں ہو کر کعبۃ اللہ کا طواف کرنے پر پابندی لگا دی[1]

اوپر آیت میں خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اپنی زینت سے آراستہ رہو ہر مسجد کی حاضری کے وقت) کے جو الفاظ آئے ہیں، اس کے ذیل میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں "اس سے اور اس مفہوم کی جو احادیث آتی ہیں ان سے یہ بات نکلتی ہے کہ نماز کے لیے زیبائش و آرائش کرنا، خصوصاً جمعہ اور عیدین کے لیے مستحب ہے۔ خوشبو کا استعمال بھی اسی میں آتا ہے اس لیے کہ وہ بھی زینت کا ایک حصہ ہے۔ مسواک کرنا بھی اس میں داخل ہے اس لیے کہ اس سے زیب و زینت کی تکمیل ہوتی ہے"[2]

مساجد میں حاضری کے لیے لباس اور پاکی صفائی کے اہتمام کی جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے خود مساجد کی پاکی صفائی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ احادیث میں اس کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔

امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تُنَظَّفَ و تُطَيَّبَ[3]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں اور قبیلوں میں مساجد کی تعمیر کا حکم دیا اور ہدایت فرمائی کہ وہ پاک صاف رکھی جائیں اور ان میں خوشبو کا استعمال ہو۔

ایک اور روایت حضرت سمرہ بن جندبؓ سے بھی اسی مفہوم کی آتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

امرنا رسول اللہ ﷺ ان	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہیں

---

[1] فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں حضرت ابوبکرؓ کی سربراہی میں حج ہوا تو یہ اعلان کرایا گیا ان لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان (اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ تو حج کرے گا اور نہ کوئی شخص عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کر سکے گا) بخاری، کتاب الحج، باب لایطوف بالبیت عریان۔ مسلم، کتاب الحج باب لا تحج البیت مشرک ولا یطوف بالبیت عریان۔ تفصیل کے لیے دیکھی جائے فتح الباری: ۳/ ۲۱۴

[2] ابن کثیر، تفسیر: ۲/ ۲۱۰

[3] ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اتخاذ المساجد فی الدور۔ ترمذی، ابواب ما یتعلق بالصلوٰۃ، باب ما ذکر فی تطییب المساجد۔ ابن ماجہ، ابواب المساجد والجماعات، باب تطہیر المساجد وتطییبها۔

نتخذ المساجد فی دیارنا وامرنا	حکم دیا کہ ہم اپنے محلوں میں مساجد تعمیر کریں
ان ننظفہا [1]	اور فرمایا کہ ہم انھیں پاک صاف رکھیں

مساجد کو پاک صاف رکھنے کی فضیلت متعدد احادیث میں آئی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عرضت علیّ اجور امتی حتی	میرے سامنے میری امت کے اعمال
القذاۃ یخرجہا الرجل من	کے اجر و ثواب پیش ہوئے۔ ان میں اس
المسجد [2]	معمولی تنکے کا بھی ثواب تھا جسے آدمی مسجد
	سے نکال دیتا ہے۔

مسجد کو تھوڑا سا گندہ کرنا بھی ایک گناہ ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عرضت علیّ اعمال امتی	میرے سامنے میری امت کے اعمال
حسنہا وسیئہا فوجدت فی	پیش کئے گئے۔ اچھے بھی برے بھی میں نے
محاسن اعمالہا الاذی یماط	دیکھا کہ اس کے اچھے اعمال میں راستہ سے
عن الطریق ووجدت فی مساوی	جو تکلیف دور کر دی جاتی ہے وہ بھی ہے
اعمالہا النخاعۃ تکون	اسی طرح میں نے دیکھا کہ اس کے برے
فی المسجد ولا تدفن [3]	اعمال میں یہ بھی ہے کہ مسجد میں تھوک یا بلغم
	ہو اور اسے مٹی میں دفن نہ کیا جائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کو گندہ کرنا تو گناہ ہے ہی اسے دیکھ کر خاموش ہو جانا اور صاف نہ کرنا بھی گناہ ہے [4]

حضرت انسؓ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

البزاق فی المسجد خطیئۃ	مسجد میں تھوکنا ایک گناہ ہے اس کا کفارہ
وکفارتہا دفنہا [5]	یہ ہے کہ اسے مٹی میں دفن کر دیا جائے۔

---

[1] مسند احمد: ۱۷/۵ [2] ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب کنس المساجد

[3] مسلم، کتاب المساجد، باب النہی عن البصاق فی المسجد۔ [4] نووی: شرح مسلم ۱/۲۰۷

[5] بخاری، کتاب الصلوۃ، باب کفارۃ البزاق فی المسجد۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النہی عن البصاق فی المسجد

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں تھوکنا ایک گناہ ہے۔ اس سے بچنا چاہیے لیکن اگر کبھی یہ غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کہ فرش مٹی یا ریت کا ہو۔ پکے فرش پر اس طرح کی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے کھرچ کر نکال دیا جائے یا پانی سے صاف کر دیا جائے۔[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قبلہ کی طرف دیوار پر بلغم دیکھا تو ناگواری کا اظہار فرمایا اور ایک کنکر یا لکڑی لے کر اپنے دست مبارک سے اسے کھرچ دیا۔[2]

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ناگواری دیکھی تو ایک عورت نے آگے بڑھ کر اسے کھرچ دیا اور اس جگہ خوشبو لگا دی۔ اس پر آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔[3] ہوسکتا ہے یہ دوسرا واقعہ ہو۔

روایات میں آتا ہے کہ آپ کے دور میں ایک سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کرتی تھی۔ ایک رات اس کا انتقال ہوگیا۔ تو صحابہ کرام نے اس کی تجہیز و تکفین کر دی۔ جب آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو عرض کیا کہ رات کا وقت تھا آپ کو زحمت دینا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ آپ نے اس کی قبر دریافت کی اور وہاں پہونچ کر دعا فرمائی۔[4]

اسلام نے خدا کے دربار میں حاضری اور عبادت ہی کے لیے لباس کے اہتمام اور پاکی صفائی کو ضروری قرار نہیں دیا بلکہ اسے ایک اعلیٰ انسانی اور تہذیبی قدر کی حیثیت سے متعارف کرایا اور اس سلسلہ میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی تھیں انھیں رفع کیا۔

لباس کے بارے میں ایک تصور یہ رہا ہے کہ یہ ستر پوشی اور سردی اور گرمی سے بچنے

---

[1] اس سلسلہ کی بعض تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو۔ نووی شرح مسلم ۱/۲۱۷۔ فتح الباری ۱/۳۴۵ - ۳۴۶

[2] بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب حک المخاط بالحصیٰ من المسجد۔ مسلم کتاب المسجد، باب النہی عن البصاق فی المسجد۔

[3] ابن ماجہ، ابواب المساجد، باب کراہیۃ النخامۃ فی المسجد۔

[4] بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب کنس المسجد۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فی الصلوٰۃ علی القبر۔ اس حدیث کے بعض راویوں نے اس میں شبہ ظاہر کیا ہے کہ مسجد کی صفائی کرنے والا کوئی مرد تھا یا کوئی عورت یہ خدمت انجام دے رہی تھی لیکن بعض دوسری حدیثوں میں صراحت ہے کہ یہ خدمت ایک عورت انجام دے رہی تھی۔ اس کا نام ام محجن تھا اور آپ کے سوال کا جواب حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ فتح الباری: ۱/۴۷۱

کے لیے ہے۔ اسلام نے اس میں زینت کے تصور کو داخل کیا۔ اس نے کہا لباس سے ستر پوشی اور موسم کی سختیوں سے حفاظت بھی ہوتی ہے اور یہ زیبائش و آرائش کا ذریعہ بھی ہے۔ اس حیثیت سے بھی اس کا استعمال ممنوع نہیں ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیۡرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّہُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ ۝ (الاعراف: ۲۶)	اے بنی آدمؑ! ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو چھپاتا ہے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہے۔ اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔

اس آیت میں لباس کا ایک مقصد 'ریش' کے لفظ سے بیان ہوا ہے۔ 'ریش' پرندے کے پروں کو کہتے ہیں۔ پرندے کے پر گرمی سردی سے بھی اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے لیے بہترین زینت بھی ہیں۔ پرندوں کا حسن و جمال زیادہ تر ان کے پروں ہی سے وابستہ ہے۔ امام رازی 'ریش' کی اس تشریح کے بعد فرماتے ہیں کہ زینت ایک صحیح مقصد ہے۔ اس پر انھوں نے بعض اور آیات سے بھی استدلال کیا ہے۔[1]

اس بحث میں پہلے یہ بات آچکی ہے کہ خود زینت کا لفظ قرآن مجید میں لباس کے لیے استعمال ہوا ہے۔ (الاعراف: ۳۱) اس کے فوراً بعد ہمیں یہ آیت ملتی ہے۔

قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِہٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ ؕ قُلۡ ہِیَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا خَالِصَۃً یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۝ (الاعراف: ۳۲)	ان سے کہو کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو زیب و زینت نکالی ہے اور جو پاک چیزیں پیدا کی ہیں وہ کس نے حرام کر دیں۔ کہو یہ تو ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خاص ان ہی کے لیے ہوں گی اس طرح ہم اپنی نشانیاں علم والوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

---

[1] تفسیر کبیر: ۴/۲۰۱ قدیم ایڈیشن

گو کہ یہاں زینت سے مراد خاص طور پر لباس ہی ہے، لیکن یہ لفظ اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے اس میں بدن کی اچھی طرح پاکی صفائی، سواری کا اچھا ہونا اور زیورات وغیرہ کا استعمال بھی آتا ہے۔ البتہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ جو چیزیں حرام ہیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں[1] اس سے لباس اور زیب و زینت کے بارے میں بہت سے راہبانہ تصورات کی تردید ہوتی ہے۔ کبھی کبھی آدمی اپنی بدذوقی اور بدسلیقگی کو خدا کے دین کی طرف منسوب کر کے مطمئن ہو جاتا ہے حالانکہ خدا کے دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسلام نے اس ذہن کی بھی اصلاح کی کہ طہارت و نظافت تواضع کے خلاف ہے اور اس سے کبر جھلکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات لباس اور وضع قطع سے بھی تکبر اور نخوت ٹپکتی ہے۔ اس سے بچنا بہت ضروری ہے، لیکن نظافت اور نفاست کو تکبر کا مظاہرہ نہیں کہا جا سکتا۔ تکبر اللہ کے لیے سب سے زیادہ ناقابل برداشت برائی ہے۔ اس کے برعکس طہارت و نظافت میں اس کے حسن و جمال کا پرتو پایا جاتا ہے۔ اسے وہ پسند کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
لایدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر (وہ شخص جنت میں نہیں داخل ہوگا جس کے قلب میں ذرہ برابر کبر ہو) یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا۔ ان الرجل یحب ان یکون ثوبہ حسنا ونعلہ حسنۃ۔ (ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور جوتا اچھا ہو) کیا یہ بھی کبر ہے؟ آپ نے فرمایا:

ان اللہ جمیل یحب الجمال	بے شک اللہ جمیل ہے وہ جمال کو پسند
الکبر بطر الحق وغمط الناس[2]	کرتا ہے۔ کبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے
	اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔

اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے آئی ہے۔ فرماتے ہیں ایک بہت ہی خوب صورت شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا حضور! مجھے حسن و جمال پسند ہے۔ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ اللہ نے مجھے حسن سے نوازا بھی ہے، میرا

---

[1] اس پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے تفسیر کبیر: ۴/۲۰۵-۲۰۷

[2] مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ و رواہ الترمذی مع اختلاف یسیر۔ ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی الکبر

جی چاہتا ہے کہ کوئی اس معاملہ میں مجھ سے آگے نہ بڑھے میری تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرے جوتے کا تسمہ بھی سب سے اچھا رہے۔ کیا یہ کبر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! کبر تو حق کا ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے[1]۔

طہارت اور نظافت کے بارے میں اس طرح کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے ساتھ اسلام نے گندگی اور ناپاکی کو سخت ناپسند کیا ہے۔ چاہے وہ بدن پر ہو یا لباس پر، مکان کے اندر اور باہر ہو یا غذا اور کھانے پینے کی چیزوں میں۔ ذیل کی احادیث سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

أما كان هٰذا يجد ما يُسكِّن به شعره	کیا اس شخص کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اپنے بال ٹھیک کرلے۔

ایک دوسرے شخص کو دیکھا کہ گندے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ ارشاد ہوا۔

أما كان هٰذا يجد ما يغسل به ثيابه[2]	کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اپنے کپڑے دھولے۔

مکان کی پاکی صفائی کا حکم ایک حدیث میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

ان الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة كريم يحب الكرم، جواد يحب الجواد فنظفوا أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود[3]	اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے، نظافت والا ہے نظافت کو پسند کرتا ہے، کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے، سخی اور داتا ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا تم بھی (نظافت اختیار کرو اور) اپنے گھروں کے صحن پاک صاف رکھو۔ گندگی میں یہود کی طرح نہ ہو جاؤ۔

---

[1] ابوداؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الکبر [2] ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان و غسل الثوب ورواہ النسائی الجزء الاول، کتاب الزینۃ۔ باب تسکین الشعر [3] رواہ الترمذی وقال ہٰذا حدیث غریب وخالد بن الیاس یضعّف ویقال ابن ایاس۔ ابواب الآداب، باب ماجاء فی النظافۃ۔

اس حدیث کی سند میں گو ضعف ہے لیکن اسلام کا مزاج اس کی پوری تائید کرتا ہے۔ ایک روایت میں یہود کے بارے میں آتا ہے ’یجتمعون الاکباء فی دورھم‘ (کہ وہ گندگی اور کوڑا کرکٹ اپنے گھروں میں جمع کرتے تھے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی گندگی اس وقت مشہور تھی اور ان کے گھروں اور محلوں میں کوڑے کرکٹ اور غلاظت کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے لیکن افسوس کہ جس چیز سے احتراز کی انھیں تعلیم دی گئی تھی اسی میں اب وہ شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کے بارے میں سوچا ہی یہ جاتا ہے کہ وہ نظافت اور نفاست سے دور ہوں گے اور ان کی ہر چیز سے گندگی ظاہر ہوگی۔

غذا کی پاکی صفائی کے بارے میں جو ہدایات آئی ہیں، انھیں ہم ایک دوسرے مضمون میں بیان کر چکے ہیں[۱]۔ اس لیے یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی ہے۔

پاکی صفائی فرد اور سماج کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اس سے صحت اور تندرستی کا مسئلہ جڑا ہوا ہے۔ ذہن و دماغ پر بلکہ پورے ماحول پر اس کے اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں آبادی کی کثرت، شہروں کی وسعت اور گنجان علاقوں کے مسلسل اضافہ نے پاکی صفائی کے بہت سے مسائل پیدا کر دئیے ہیں۔ اسی طرح بڑے بڑے کارخانوں اور فیکٹریوں کی وجہ سے گندگی اور غلاظت کے ساتھ فضائی آلودگی پھیلتی جا رہی ہے۔ حمل و نقل کے جدید ذرائع بھی فضائی آلودگی میں اضافہ کا سبب بن رہے ہیں۔ مغربی ملکوں نے ان مسائل کو بڑی حد تک حل کر لیا ہے۔ لیکن ترقی پذیر ممالک ابھی اس میں کامیابی نہیں حاصل کر سکے ہیں۔ یہاں پاکی صفائی کا اتنا شعور بھی نہیں ہے جتنا کہ ہونا چاہیے۔

پاکی صفائی کا شعور پیدا کرنے کے لیے سب سے پہلی اور ضروری چیز اس کی تعلیم ہے۔ اس کے لیے دنیا اپنی دولت کا ایک خاص حصہ صرف کرتی ہے۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے یہ ایک صحیح مقصد ہے۔ وہ اس کی تائید کرتا ہے لیکن اس معاملہ میں اس کی امتیازی خصوصیت ایک تو یہ ہے کہ وہ پاکی کا بہت ہی ارفع اور اعلیٰ تصور

---

[۱] مطبوعہ ماہنامہ برہان دہلی مارچ ۱۹۸۰ء مضمون مرض و صحت اور اسلام

دیتا ہے۔ اس کی رفعت اور بلندی کو جدید دنیا ابھی تک پا نہیں سکی ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ پاکی صفائی کو ایک سماجی ضرورت ہی نہیں ایک مذہبی ضرورت بنا دیتا ہے۔ اس پر دنیا کے فوائد کے ساتھ آخرت کے اجر و ثواب کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ چیز اس کی تعلیم میں جان ڈال دیتی ہے اور وہ موجودہ تعلیم سے زیادہ موثر بن جاتی ہے۔

پاکی صفائی کی تربیت اور ٹریننگ کے لیے دنیا مختلف تدابیر اختیار کرتی ہے۔ اسلام نے عبادت کو اس کا ذریعہ بنایا ہے۔ ایک مسلمان پر شب و روز میں پانچ وقت نماز فرض ہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے نماز کا وقت آتا رہتا ہے۔ اس کے لیے اسے جسم، لباس اور جگہ کی پاکی کا مستقل اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ مساجد کی پاکی صفائی بھی اس میں داخل ہے۔ ان سب باتوں کی اسلام ترغیب بھی دیتا ہے اور قانوناً بھی پابند بناتا ہے۔ یہ زندگی بھر کی اتنی سخت ٹریننگ ہے کہ پاکی صفائی انسان کی طبیعت کا ایک لازمی جز بن جاتی ہے اور اس سے اتنا شستہ اور پاکیزہ مزاج نشو و نما پاتا ہے کہ آدمی کسی بھی معاملہ میں گندگی اور ناپاکی کو برداشت نہیں کر سکتا۔

عبادات کی وجہ سے آدمی کا جو پاکیزہ مزاج بنتا ہے اسلام صرف اسی پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ ہر کام میں اور زندگی کے ہر معاملہ میں طہارت اور پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے اور ناپاکی سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔

اسلام کی ایک خدمت یہ بھی ہے کہ طہارت اور نظافت کے بارے میں اس کی تعلیم کو عام کیا جائے۔ اس سے مسلم سماج کو جو فائدہ پہونچ سکتا ہے وہ بالکل واضح ہے۔ اس سے وہ غلط فہمیاں بھی دور ہو سکتی ہیں جو اسلام سے ناواقف حضرات کے ذہنوں میں پائی جاتی ہیں۔ وہ دیکھ سکتے ہیں کہ اسلام روحانی تزکیہ کے ساتھ مادی پاکی صفائی کا بھی کتنا جامع تصور پیش کرتا ہے۔

وقت کے اہم موضوع پر مختصر لیکن اچھی کتاب

مشترک خاندانی نظام اور اسلام

از مولانا سلطان احمد اصلاحی

صفحات ۵۶ ۔ قیمت ۶ روپئے ۔ ناشر مکتبہ تحقیق ۔ پان والی کوٹھی ۔ دودھ پور ۔ علی گڑھ